مودودی کے باطل نظریات کی نشاندہی
پر دلائل سے بھرپور ایک خوبصورت رسالہ !!!!

مودودی عرفان فی تفہیم القرآن



المعروف

مودودی کی تفہیم القرآن کا جائزہ

از
خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا
مفتی محمد عبد الوہاب خان قادری رضوی مدظلہ العالی

زیر نگرانی
ابو الخیر مولانا محمد الطاف قادری رضوی

انجمن انوار القادریہ
جمشید روڈ نمبر 3 کراچی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمدلله الواحد الصمد ○ المتفرد فی ذاته و صفاته فلا مثل له ولا ضد له ولم یکن له کفواً احد○ والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان ○ علیٰ رسوله وحبیبه سید الانس والجان ○الذی انزل علیه القرآن ○ هدی للناس و بینات من الهدیٰ والفرقان وعلےٰ آله واصحابه ما تعاقب الملوان○ و علےٰ من تبعهم باحسان الیٰ یوم الدین وعلینا لهم وبهم یا ارحم الراحمین○

والحمد لله رب العٰلمین

امّا بعد ۔ اے عزیز! جان لیجئے کہ امر دین کا مدار اور وہ جس پر نجات موقوف ہے پورے قرآن عظیم پر ایمان لانا ہے اور اسلوب قرآن و منشائے رحمٰن کے صحیح مفہوم کو دل و جان سے ماننا ہے نہ کہ اس کی عبارت متن کو سلامت رکھنا اور معانی و مطالب کو بدلنا ہے۔ اِس زمانہ میں مودودی صاحب کی تفہیم القرآن کا شہرہ سُن کر اشتیاق مطالعہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک نسخہ تفہیم القرآن پہلی جلد سورہ بقرہ لاہور سے طلب کیا اور اس کو پڑھا تو عجب گُل کھلا۔ اگرچہ کثرت مشاغل کے باعث بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا البتہ جو خوبیاں اس میں نظر آئیں ان میں سے چند بطور اختصار 'مشتے از نمونہ خروارے' برائے افادہ عام مسطور ہیں تاکہ ہمارے عامتہ المسلمین محض شہرت پر نہ رجھائیں، چکنی چپڑی باتوں میں نہ آئیں بلکہ اپنے دین و ایمان کو بچائیں۔ اسلاف کرام کے علوم اور عرفان کی روشنی میں قرآن حکیم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کے ارشاد و فرمان ہدایت نشان کے مطابق اپنے

عقائد و اعمال کو سنواریں اور ان کے دامن کرم سے وابستہ رہیں کہ سلامتی اِسی میں ہے۔ ہرگز کسی نئے فنکار شکاری کے جال میں نہ پھنسیں۔ ان خداناترس نام نہاد مفکر اسلام، مصلح اور ریفارمر کے دام تزویر میں نہ آئیں۔ ہم نے اِس مختصر عجالہ میں فقہاء و متکلمین کے مباحث جلیلہ کو شامل نہ کیا کہ اس کا متحمل نہیں۔ صرف ان کے خلاصہ کلام اور مسلک اسلم کی پیروی کی اور اس کا نام "مودودی عرفان فی تفہیم القرآن" رکھا۔ اللہ کریم و منان اپنے فضل محض سے قبول فرمائے اور کفارہ سیات بنائے۔

آمین ثمہ آمین۔ یارب العالمین

بندہ محمد عبدالوہاب خاں قادری رضوی، لاڑکانہ

مقدس اوراق کا ادب کیجئے

ایسے اوراق جس میں اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام ہو۔ یا کوئی قرآنی آیت یا حدیثِ مبارکہ تحریر ہو۔ یا کسی نبی، صحابی، ولی یا عام مسلمانوں کے نام تحریر ہوں خصوصاً ان کی حفاظت کرنا اور ان کا ادب کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ کہیں پر بھی آپ کو ایسی تحریر یا اخبار وغیرہ زمین پر گرے ہوئے ملیں تو فوراً ان کا ادب کرتے ہوئے انہیں محفوظ جگہ رکھ دیں یا مقدس اوراق کے تحفظ کیلئے جو ڈبے عموماً لگے ہوئے ہوتے ہیں ان میں ڈال دیں۔

ناشر: انجمن انوارالقادریہ (ٹرسٹ) پاکستان

دیباچہ تفہیم القرآن

وجود تفہیم القرآن کی غرض وغایت

مودودی صاحب فرماتے ہیں :

"قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر پر ہماری زبان میں اب تک اتنا کام ہو چکا ہے کہ اب کسی شخص کا محض برکت و سعادت کی خاطر ایک نیا ترجمہ یا ایک نئی تفسیر شائع کر دینا وقت و محنت کا کوئی صحیح مصرف نہیں ہے۔ اس راہ میں مزید کوشش اگر معقول ہو سکتی ہے تو اس صورت میں جب کہ آدمی کسی ایسی کسر کو پورا کر رہا ہو جو سابق مترجمین و مفسرین کے کام میں رہ گئی ہو یا طالبین قرآن کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پچھلے تراجم و تفاسیر سے پوری نہ ہوئی ہو ان صفحات میں ترجمانی و تفہیم قرآن کی جو سعی کی گئی ہے وہ دراصل اسی بنیاد پر ہے۔ میں ایک مدت سے محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے عام تعلیم یافتہ لوگوں میں روحِ قرآن تک پہنچنے اور اس کتاب پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہونے کی جو طلب پیدا کی گئی ہے اور روز بروز بڑھ رہی ہے۔ وہ مترجمین و مفسرین کی قابل قدر مساعی کے باوجود ہنوز تشنہ ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ احساس بھی اپنے اندر پا رہا تھا کہ اس تشنگی کو بجھانے کیلئے کچھ خدمت میں بھی کر سکتا ہوں۔"

(دیباچہ تفہیم القرآن، صفحہ ۵، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر سن ۱۹۷ء)

الحاصل کلام

تمام مترجمین و مفسرین جنھوں نے ابتک تراجم و تفاسیر قرآن پر کام کیا ہے ان حضرات سے جو کمی اور کسر رہ گئی ہے اس کو تفہیم القرآن کے ذریعے پورا کیا جائے تاکہ تعلیم یافتہ لوگ جو روحِ قرآن تک پہنچنے کے طالب ہیں وہ قرآن پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہو کر روحِ قرآن تک پہنچ سکیں۔ حالانکہ نزولِ قرآن کو چودہ سو سال کا عرصہ ہو رہا ہے مگر آج تک مسلمان قرآنِ حکیم کے حقیقی مدعا سے ناآشنا اس کی روح تک پہنچنے سے معذور، جن لوگوں نے ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ مفہوم و مطالب سے روشناس کرانا چاہا وہ باوجود کوشش و بسیار قرآن کریم کے حقیقی مدعا سے مسلمانوں کو روشناس نہ کرا سکے جسطرح طبقہ مجددین میں جتنے بھی مجدد آئے انھوں نے کارِ تجدید میں کسی خاص شعبے یا چند شعبوں میں کام کیا، مکمل کام کوئی نہ کر سکا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ کوئی کامل مجدد پیدا ہو جو کارِ تجدید کو مکمل کرے اور کارِ دین میں جو کمی رہ گئی ہے یا جو نقائص پیدا ہو گئے ہیں ان کو دور کر کے دین کو از سر نو نکھار کر پیش کرے۔ خود مودودی صاحب رقمطراز ہیں :

> ”تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں میں کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔“
>
> (تجدید واحیائے دین، صفحہ ۴۹، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔
> نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

جب کوئی مجدد کامل پیدا ہی نہیں ہوا تو یہ خدمت کاملہ انجام بھی کون دیتا۔ یہ سرا تو مودودی صاحب کے سر تھا وہی اس کام کو انجام دے سکتے ہیں کہ بیک وقت مجدد کامل بھی ہوں اور مفسر کامل بھی۔ تراجم قرآن کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں :

"قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جان عبارت ملتی ہے جسے پڑھ کر نہ اسکی روح وجد میں آتی ہے نہ اسکے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں نہ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں نہ اسکے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے نہ اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل و فکر کو تسخیر کرتی ہوئی قلب و جگر تک اترتی چلی جارہی ہے۔ اسطرح کا کوئی اثر رونما ہونا تو درکنار ترجمہ کو پڑھتے وقت تو بسا اوقات آدمی یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر لانے کیلئے دنیا بھر کو چیلنج دیا گیا تھا۔"

(دیباچہ تفہیم القرآن، صفحہ ۷، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

خط کشیدہ عبارت خاص غور طلب ہے۔ مودودی صاحب نے ترجمہ پڑھنے کے بعد محسوس کیا کہ صرف ترجمے کو پڑھ کر آدمی کو قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کا یقین تک نہ رہے گا اور قرآنی چیلنج کو وہ حیرت زدہ سوچے گا اس کی عقل اس حقیقت کا انکار کرے گی۔ یہی وہ محرکات تھے جس کی وجہ سے تفہیم القرآن لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

تفہیم القرآن کی خصوصیت

مودودی صاحب فرماتے ہیں :

"میں نے قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کے بجائے کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کردوں۔"(دیباچہ تفہیم القرآن ، صفحہ ۱۰، مطبوعہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت (ستمبر ۱۹۷۳ء)

انتباہ ! یہی دعویٰ تو فرعون کا تھا ۔(کما قال تعالیٰ فی القرآن الکریم)

قال فرعون ما اریکم الا ما اریٰ وما اھدیکم الا سبیل الرشاد(پ ۲۵ـ مؤمن :۲۹) ترجمہ "فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں سمجھتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے" معلوم ہوا کہ مودودی صاحب فرعون کے مقلد ہیں۔

الغرض تفہیم القرآن لکھنے کی وجوہات اور اس کا خصوصی انداز اپنے ذہن میں رکھئے ۔اور مودودی صاحب کا یہ ارشاد پڑھئے کہ :

"قرآن وسنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں "(تنقیحات ، صفحہ ۱۷۵، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور بارہویں اشاعت ، دسمبر ۱۹۷۶) حیرت تو اس بات پر ہے کہ جب سلف صالحین قدیم مفسرین وآئمہ محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی عدالت مسلم، جن کا تقویٰ ضرب المثل ہے۔ مودودی صاحب کو ان پر اعتماد نہیں تو مودودی صاحب جن کو عدالت سے کوئی علاقہ نہیں۔ تقویٰ سے کوئی واسطہ نہیں ان پر کوئی کیوں اعتماد کرنے لگا، مودودی صاحب ان کے جواہر پاروں کو ٹھکرائیں۔

اپنے خذف ریزے دکھلائیں۔ ان کے فرمان بر ایت نشان کو بیکار بتائیں۔ اپنے اقوال واہمہ کو سند بتائیں۔ مفسرین کرام و محدثین عظام جو عبارت نقل فرمائیں۔ حضور ﷺ کی حدیث سے دلیل لائیں۔ جس پر مودودی صاحب یہ کہتے ہوئے گزر جائیں کہ :

"آپکے نزدیک ہر اس روایت کو حدیثِ رسول مان لینا ضروری ہے۔ جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ ہم سند کی صحت کو روایت کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔"

(رسائل و مسائل، حصہ اول، صفحہ ۲۳۳، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، آٹھویں اشاعت، اگست ۱۹۷۷)

کیسی ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف توائمہ محدثین اور اجلہ مفسرین کی روایات صادقہ کو بیک جنبش قلم مسترد کر دیا جائے اور دوسری طرف مودودی صاحب کی فکر خالصہ کے ہر جملہ کو جی و جان سے مان لیا جائے۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں :

"جو لوگ اس کتاب (تفہیم القرآن) سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیں، ان کو میں مشورہ دوں گا کہ پہلے ہر سورت کے دیباچے کو بغور پڑھ لیا کریں اور جب تک وہ سورۃ ان کے زیر مطالعہ رہے وقتاً فوقتاً اس کے دیباچے پر نظر ڈالتے رہیں۔"

(تفہیم القرآن، صفحہ ۱۱، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

قرآن کریم سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے لیے ترجمہ پڑھنے سے بہت زیادہ اور ضروری ہے۔ دیباچہ کا پڑھنا، کیونکہ اس کی عبارت میں کوئی ربط نہیں وہ منتشر کلام ہے۔ جس کا مودودی صاحب نے تجربہ اور تجزیہ کے بعد فیصلہ فرمایا۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں :

"میں اس مقدمے میں صرف ان سوالات کا جواب دوں گا جو خود میرے ذہن میں اوّل اوّل پیدا ہوئے تھے یا جن سے بعد میں مجھ کو سابقہ پیش آیا۔"
(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۱۳، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

ملاحظہ فرمایئے وہ کیا تاثرات تھے جو قرآن کریم پڑھتے وقت مودودی صاحب کے ذہن میں سوالات بن کر ابھرے، سنیے فرماتے ہیں :

"یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ ایک غیر مرتب، غیر مربوط، منتشر کلام ہے جو اوّل سے لے کر آخر تک بے شمار چھوٹے بڑے مختلف شذرات پر مشتمل ہے۔ مگر مسلسل عبارت کی شکل میں لکھ دیا گیا ہے۔ مخالفانہ نقطہ نظر سے دیکھنے والا اس پر طرح طرح کے اعتراضات کی بناء رکھ دیتا ہے۔ اور موافقانہ نقطہ نظر رکھنے والا کبھی معنی کی طرف سے آنکھیں بند کر کے شکوک سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی اس ظاہری بے ترتیبی کی تاویلیں کر کے اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے۔ کبھی مصنوعی طریقے سے ربط تلاش کر کے عجیب عجیب نتائج نکالتا ہے اور کبھی نظریہ "شذرات" کو قبول کر لیتا ہے جس کی وجہ سے ہر آیت اپنے سیاق و سباق سے الگ ہو کر ایسی معنی آفرینوں کی آماجگاہ بن جاتی

ہے جو قائل کے منشاء کے خلاف ہوتی ہے۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۱۴-۱۵، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔

گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

اس عبارت کو پڑھئے اور سر دھنیے۔ کیا چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی ایمان والے مسلمان کے ذہن میں کبھی ایسا وہم گزرا ہے۔ آج تک کسی نے ایسا لکھنے کی جرأت کی ہے ؟ مودودی صاحب کا یہ نظریہ موافقانہ ہے یا مخالفانہ۔ موافقانہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کبھی مسلمان نے ایسی بات نہیں کی اور نہ کہنے کی جرأت کی اور یہ امر کہ وہ آنکھیں بند کر کے شکوک سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ بالآخر تو یہ ایک قلبی کیفیت ہے اور دلوں کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مودودی صاحب کو کیا خبر۔ کیا مودودی صاحب نے منصب الوہیت پر بھی دست اندازی شروع کر دی ہے ؟ رہ گئے مخالفانہ اعتراضات تو بے شک مخالفین اسلام ہمیشہ ہی اعتراض کرتے آئے ہیں وہی اعتراضات مودودی صاحب کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ فیصلہ ناظرین خود کر لیں مودودی صاحب کون ہیں؟ ملاحظہ ہو۔ مودودی صاحب رقمطراز ہیں :

"قرآن کے اس دعوے سے کہ ہر کہ ومہ واقف ہے کہ وہ تمام نوع انسانی کی ہدایت کے لیے آیا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اس کو پڑھنے بیٹھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کا روئے سخن زیادہ تر اپنے زمانہ نزول کے اہلِ عرب کی طرف ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی وہ بنی آدم اور عامۃ الناس کو بھی پکارتا ہے۔ لیکن اکثر باتیں وہ ایسی کہتا ہے جو عرب کے مذاق، عرب ہی کے ماحول، عرب ہی کی تاریخ اور عرب ہی کے رسم و رواج سے ربط و تعلق رکھتی ہے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر آدمی سوچنے لگتا ہے کہ

جو چیز عام انسانوں کے لیے ہدایت کے لیے اتاری گئی تھی اس میں وقتی مقامی اور قومی عنصر اتنا زیادہ کیوں ہے ؟اس معاملے کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ اس شک میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید یہ چیز اصل میں تو اپنے ہمعصر اہلِ عرب ہی کی اصلاح کے لیے تھی لیکن بعد میں زبردستی کھینچ تان کر اسے تمام انسانوں کے لیے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کتاب ہدایت قرار دے دیا گیا۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۳۵، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

یعنی قرآن کریم نے جو ھدی للناس فرمایا وہ معاذاللہ غلط ہے لوگوں نے اس کو زبردستی کھینچ تان کر اس کا مصداق بنالیا ہے۔ مودودی صاحب کے ذہن کی زرخیز زمین میں ایسی ہی نایاب زمانہ فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔

مودودی صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں :

"قرآن کے متعلق یہ بات بھی ایک عام ناظر کے کان میں پڑی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ ایک مفصل ہدایت نامہ اور ایک کتاب آئین ہے۔ مگر جب وہ اسے پڑھتا ہے تو اس میں معاشرت اور تمدن، سیاست اور معیشت وغیرہ کے تفصیلی احکام و ضوابط اس کو نہیں ملتے بلکہ وہ دیکھتا ہے کہ نماز اور زکوۃ جیسے فرائض کے متعلق بھی جن پر قرآن بار بار اس قدر زور دیتا ہے۔ اس نے کوئی ایسا ضابطہ تجویز نہیں کیا ہے جس میں تمام ضروری احکام کی تفصیل درج ہو یہ چیز بھی آدمی کے ذہن میں خلجان پیدا کرتی ہے کہ آخر یہ کس معنی میں ہدایت نامہ ہے۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۳۷، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔
گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

عبارت مذکور بار بار پڑھیے اور سر دُھنیے اور مودودی صاحب کی عقل و ایمان کی داد دیجئے۔ یہی قلب مودودی ایسا بے مثل بحرِ ذخار ہے جس میں ایسے انمول موتی دُرِ شہوار پیدا ہوتے ہیں جو آج تک کسی کو نصیب نہ ہوئے۔ نیز مودودی صاحب لکھتے ہیں :

"اکثر لوگ جو قرآن کا مطالعہ کر کے شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کے بھٹکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فہم کتاب کے ان ضروری مبادی سے ناواقف رہتے ہوئے جب وہ قرآن کو پڑھتے ہیں تو اس کے صفحات پر مختلف مضامین انہیں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں بکثرت آیات کا مطلب ان پر نہیں کھلتا، بہت سی آیات کو دیکھتے ہیں بجائے خود نور حکمت سے جگمگا رہی ہیں مگر سیاق عبارت میں بلکل بے جوڑ محسوس ہوتی ہیں۔ متعدد مقامات پر تعبیرات اور اسلوب بیان کی ناواقفیت انہیں اصل مطلب سے ہٹا کر کسی اور ہی طرف لے جاتی ہے اور اکثر مواقع پر پس منظر کا صحیح علم نہ ہونے سے شدید غلط فہمیاں پیش آتی ہیں۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۱۰، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔
گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

یاد رہے یہ وہ سوالات ہیں جو اوّل اوّل مودودی کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب موہومات باطلہ اوّل اوّل مودودی صاحب کے ذہن میں پیدا ہوئے اس سے پہلے کسی کے وہم و خیال میں بھی ایسی ایمان سوز باتیں نہ آئیں اقوال ضروری مبادیات اور پس منظر کا صحیح علم نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ مفسرین کرام و محدثین عظام کے دامن ہدایت کو

چھوڑنا ہے اور یہی بھٹکنے کی اصل وجہ ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں :

"سب سے پہلے ناظر کو قرآن کی اصل سے واقف ہو جانا چاہئے وہ خواہ اس پر ایمان لائے یا نہ لائے۔ مگر اس کتاب کو سمجھنے کے لیے اس نقطہ آغاز کے طور پر اس کی وہی اصل قبول کرنی ہوگی جو خود اس نے اور اس کے پیش کرنے والے (یعنی محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) نے بیان کی۔"

(مقدمہ تفہیم قرآن، صفحہ ۱۶، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

عجیب بات ہے "ایمان لائے یا نہ لائے" غالبًا بلکہ اغلب، اس نظریے سے مودودی صاحب نے قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کی۔ رہا اصل سے واقف ہونا اور اس کا قبول کرنا تو بقول مودودی وہی ہے جس کو خود اس نے یا اس کے پیش کرنے والے نے بیان کی۔ اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہے۔

اولاً۔ اس کی اصل بیان کرنے والا اللہ جل مجدہ ہے اور اس پر ایمان ہی نہیں لاتے۔
ثانیاً۔ وہ اللہ معبود حقیقی اس سے پاک ہے کہ وہ مودودی پر وحی اتارے یا کلام فرمائے۔ رہ گیا اس کے پیش کرنے والے حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وہ مودودی کو منہ نہیں لگاتے اور کلام نہیں فرماتے۔ حصولِ کلام کا واحد ذریعہ محدثین کرام کی وساطت اور معرفت ہے۔ مودودی صاحب ان کو نہیں مانتے تو اصل ہی گم۔ نتیجہ دُور و مہجور ہو کر بھٹکے، راہ نہیں پاتے۔ ملاحظہ ہو مودودی صاحب فرماتے ہیں :

"اس منصب (خلافت) پر انسان کو مقرر کرتے وقت خداوندِ عالم نے اچھی طرح اس کے کان کھول کر یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی تھی کہ تمہارا

اور تمام جہاں کا مالک، معبود اور حاکم میں ہوں، میری اس سلطنت میں نہ تم خود مختار ہو، نہ کسی دوسرے کے بندے ہو اور نہ میرے سوا کوئی تمہاری اطاعت وبندگی اور پرستش کا مستحق ہے۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۱۷، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

مودودی کا حکم سن لیا، اب اللہ واحد قہار کا حکم سنئے ارشاد ہوتا ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مم قضيت ويسلّموا تسليماً

(النساء: آیت ۶۵، پ ۵)

ترجمہ: (اے محبوب) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔"

اللہ تعالیٰ فرمائے جو رسول کو حاکم نہ بنائیں وہ مسلمان نہیں۔ مودودی بتائیں کہ جو حاکم بنائے وہ مسلمان نہیں؟ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضلّ ضللاً مبينا

(سورہ احزاب: آیت ۳۶، پ ۲۲)

ترجمہ: "اور کسی مسلمان مرد، نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ اللہ و رسول کچھ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔"

اللہ تعالٰی فرمائے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہ ہے۔ اگر مودودی صاحب کی مراد اس عبارت سے حاکم حقیقی ہو تو رسول حاکم مجازی ہوں گے۔ تو پھر مودودی صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہوتا کہ تمام جہاں کا مالک (معاذاللہ) معبود اور حاکم مجازی رسول ہیں تو بلاشبہ مودودی صاحب نے رسول کو معبود مان کر شرک کا ارتکاب کیا۔ اس طرح عبارت کا حصہ ثانی جس میں فرمایا میری اس سلطنت میں نہ تم خود مختار ہو نہ کسی دوسرے کے بندے ہو اور نہ میرے سوا کوئی تمہاری اطاعت و بندگی اور پرستش کا مستحق ہے۔ اس عبارت میں اطاعت و بندگی اور پرستش باہم مختلف کلمات ایک معنی میں مستعمل، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

قل اطیعوا اللہ و الرسول (آل عمران : آیت ۳۲، پ ۳)

ترجمہ : تم فرمادو کہ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی۔"

مودودی کہیں، اطاعت و بندگی کا مستحق اللہ تعالٰی ہی ہے اور اللہ تعالٰی بطور امر فرمائے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین امنو اطیعو اللہ واطیعوا الرسول و اولی الا مرمنکم (النساء : آیت ۵۹، پ ۵)

ترجمہ : "اے ایمان والوں اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں اولی الامر (حکومت والے) ہیں۔"

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

یا ایھاالذین امنو اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (سورہ محمد : آیت ۳۳، پ ۲۶)

ترجمہ : "اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔"

ان تینوں آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کو خطاب فرماتا اور حکم دیتا ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ مودودی صاحب ہی اس گتھی کو سلجھائیں۔ اطاعت و بندگی کے دونوں متضاد اقوال کی تطبیق کس طرح ہوگی اگر کہا جائے کہ اطاعت و بندگی کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر مودودی صاحب کے نزدیک اطاعت و بندگی کا مجازی استحقاق رسول کو ہے۔ ساتھ معانی اولی الامر کو بھی شامل تو مودودی صاحب کی مجازی بندگی افراد کو شامل ہوگی اور اطاعت کا مطلق انکار کیجئے تو پھر بھلا حکم الٰہی کے خلاف۔

ثانیاً۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عتاب ولا تبطلو اعمالکم۔ یعنی اپنے عمل باطل نہ کرو۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے :

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً

(سورۃ الاحزاب : آیت ۷۱، پ ۲۲)

یعنی : "اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔"

یہاں رسول کی اطاعت کرنے والوں کو بشارت جلیلہ سنائی جارہی ہے۔ ایک آدمی ان دو اقوال متقابلہ میں ایک ہی کی پیروی کرسکتا ہے۔ یا تو اللہ جبار و قہار کی یا مودودی صاحب افتخار کی یا پھر مودودی صاحب یہ حکم لگائیں کہ اللہ نے قرآن کے ذریعہ شرک کی عام دعوت دی (معاذ اللہ و سبحان اللہ عمّا یصفون) یا یوں کہیئے کہ قرآن کریم جس امر میں کامیابی کی بشارت دیتا ہے، مودودی اس کو شرک بتاتا ہے۔ اے اللہ! ہم اس دین، اس قانون سے بیزار ہیں جو تیری راہ سے دُور کرے۔ بے شک تیرا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا ہے۔ جب تو نے فرمایا :

انّ ھٰذا صراطی مستقیما فا تبعوہ ولا تتبعو السبیل فتفرق بکم عن و سبیلہ ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون

(الانعام : آیت ۱۳۵، پ ۸)

ترجمہ : "اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اسی پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کردیں گی یہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔"

تفہیم القرآن کا نمونہ

سورۃ فاتحہ کی آیت الرحمٰن الرحیم کے متعلق مودودی صاحب فرماتے ہیں :

"انسان کا خاصہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیغوں میں اس کو بیان کرتا ہے اور اگر ایک مبالغہ کا لفظ بول کر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا تو وہ اسی معنی کا ایک اور لفظ بولتا ہے تاکہ وہ کمی پوری ہو جائے۔ جو اس کے نزدیک مبالغے میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں رحمٰن کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر رحیم کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔ رحمٰن عربی زبان میں بڑے مبالغے کا صیغہ ہے۔ لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے۔ اس قدر وسیع ہے۔ ایسی بے حد و حساب ہے کہ اس کا بیان بڑے سے بڑا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا۔ اس لیے اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لیے پھر رحیم کا لفظ استعمال کیا گیا۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن، صفحہ ۴۴، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۳ء)

پوری عبارت کو پڑھیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ خصوصاً الرّحمٰن الرّحیم مودودی صاحب کا اپنا کلام ہے۔ بشری کمزوری کی بناء پر مودودی صاحب اللہ ذوالجلال کی رحمت اور مہربانی کا تذکرہ "الرّحمٰن" سے کرنے کے بعد کمی محسوس کرتے کہ اس کی رحمت کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا۔ پھر اس کمی کو پورا کرنے کے لیے لفظ رحیم کا مزید اضافہ فرماتے ہیں۔ گویا مودودی صاحب نے رحیم کہہ کر اللہ کی رحمت و مہربانی کا حق ادا کر دیا۔ معاذ اللہ

ثانیاً۔ اگر بالفرض ایسا نہیں بلکہ یہ اللہ واحد علیم کا کلام ہے تو عبارت مذکورہ سے اس کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے کہ رحمٰن بول کر کمی محسوس ہونے پر لفظ رحیم کا اضافہ کیا گیا۔

ثالثاً۔ اس عبارت سے اللہ کے کلام قدیم میں نقصان کا ثبوت فراہم کیا گیا۔ سبحان اللہ عمّا یصفون۔ یہ ہے مودودی تفہیم کا نمونہ۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں :

> "عربی زبان اگرچہ اپنی لغت کے اعتبار سے نہایت مالدار ہے مگر بہر حال ہے تو انسانی زبان۔"
>
> (تفہیم القرآن، دیباچہ سورہ بقرہ ۴۶، ایضاً حوالہ مذکورہ)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن حکیم قدیم ہے یا حادث، اگر قدیم ہے تو اس وقت بھی قرآن تھا جبکہ کوئی انسان کیا معنی بلکہ مخلوق میں کوئی نہ تھا ایک خالق ہی واحد تھا۔ تو جو قرآن اس وقت تھا تو کس زبان میں تھا۔ عربی میں تھا یا غیر عربی میں۔ اگر عربی میں تھا تو اس وقت کس انسان کی زبان عربی تھی۔

ثانیاً۔ یہ امر بھی پوشیدہ نہیں کہ انسانوں میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا

گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے علم الاسماء تعلیم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ "علم آدم الاسماء کلھا" تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام کس زبان میں تعلیم فرمائے۔ کیا ان اشیاء کے نام عربی زبان میں نہ تھے اگر تھے تو عربی کس انسان کی زبان تھی۔
یہودیوں کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ :

"یہ لوگ حقیقت میں بگڑے ہوئے مسلمان تھے جن کے ہاں بدعتوں اور تحریفوں، موشگافیوں اور فرقہ بندیوں، اخوان گیری، مغزانگی، خدا فراموشی اور دنیا پرستی کی بدولت انحطاط اس حد کو پہنچ چکا تھا کہ وہ اپنا اصل نام "مسلم" تک بھول گئے تھے محض یہودی بن کر رہ گئے تھے۔"
(تفہیم القرآن، دیباچہ البقرہ، صفحہ ۷۴، حوالہ مذکورہ)

مودودی صاحب کے نزدیک یہودی مسلمان ہی تھے مگر بگڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ بدعتوں اور تحریفوں وغیرہ کی وجہ سے وہ اپنا اصل نام "مسلم" بھی بھول گئے لیکن قرآن کریم یہودیوں کے متعلق فرماتا ہے :

وقالو قلوبنا غلف بل لعنهم الله بكفرهم فقليلاً ما يومنون
(سورہ بقرہ : آیت ۸۸، پارہ ۱)

ترجمہ : "(یہودی) بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ کافر و ملعون ہیں۔ دلیل و ثبوت کے لیے ایک آیت کافی ہے ورنہ قرآن حکیم میں متعدد آیات موجود ہیں۔ جن میں یہودیوں کے کافر ہونے کا بیان ہے۔ باقی رہا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ اپنا اصل نام "مسلم" تک بھول گئے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ قرآن کریم نے بھی ان کو کسی جگہ مسلمین یا مومنین بیان فرمایا۔ اگر فرمایا تو اس کی نشاندہی ضروری۔ زحمت گوارا فرما کر یہ بتائیں کہ کس سورہ کی کونسی آیت میں ایسا کوئی حکم موجود ہے۔ اگر نہیں تو پھر اللہ واحد قہار پر یہی حکم لگائیں گے (معاذاللہ) بقول مودودی یہ خود یہودی بن کر رہ گئے تو اللہ جلیل وجبار نے ان کو یہود کہہ کر کیوں خطاب فرمایا اور یہاں ذکر میں بھی یہود ہی فرمایا۔ مثلاً :

۱) قل یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم۔

۲) قالت الیھود لیست النصٰرٰی۔

۳) ولن ترضٰی عنك الیھود ولا النصٰرٰی۔

۴) قالوا کونوا ھوداً او نصٰرٰی تھتدوا وغیرہم۔

اور متعدد آیات میں "یا بنی اسرائیل" سے خطاب فرمایا، جو محتاج تعارف نہیں اور آج بھی یہودی اور بنی اسرائیل کے نام سے یہ لوگ ذکر کیے جاتے ہیں۔ یہی تفہیم القرآن کی وہ خدمات جلیلہ ہیں جو آج تک کوئی بھی انجام نہ دے سکا، نہ کسی کے بس کا روگ تھا۔ باقی رہا فسادِ اعمال اور بدعتوں کا معاملہ، وہ مودودی صاحب کے نزدیک سوائے افرادِ جماعت اسلامی کے تمام مسلمانوں میں موجود ہے۔ مودودی صاحب کی زبانی سنئے۔ جاہلیت مشرکانہ کے متعلق فرماتے ہیں :

"ایک طرف مشرکانہ پوجاپاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر، عرس، صندل، چڑھاوے، نشانِ علم، تعزیے اور اس قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی گئی۔"

(تجدید واحیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۹-۲۰، اسلامک پبلیکیشنز، نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

مذکورہ افعال واعمال میں ہر ایک عمل جاہلیت مشرکانہ میں داخل اور مشرکانہ پوجاپاٹ کے قائم مقام ہے۔ لفظ جاہلیت کو مودودی صاحب ہی سے سمجھ لیجئے۔ عرب کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہاں سے اس دعوت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں اسلام کی اس تحریک اور پرانی جاہلیت کے درمیان ایک سخت جان گسل کشمکش برپا ہوئی۔" (تفہیم القرآن، صفحہ ۲۲، ایضاً حوالہ مذکورہ)

معلوم ہوا اسلام کے مقابل جو شے تھی وہ پرانی جاہلیت تھی جبکہ اسلام نے توحید کا تصور پیش کیا تو جاہلیت نے سخت مخالفت کی۔

دوسری جگہ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"جب اور آس پاس کے تمام علاقوں میں مشرکانہ جاہلیت پھیل گئی تو صفا پر اساف (بت) اور مروہ پر نائلہ (بت) کے استھان بنالیے گئے اور ان کے گرد طواف ہونے لگا۔"

(تفہیم القرآن، صفحہ ۱۲۷، حوالہ مذکورہ)

یہاں سے صاف واضح ہو گیا کہ جاہلیت مشرکانہ کا مودودی کی اصطلاح میں بت پرستی کا دوسرا نام ہے۔ معلوم ہوا جو فاتحہ کرائیں، نیاز، زیارت کریں۔ وہ سب مشرک ہیں۔ (عند المودودی)

اب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے عقائد واعمال ملاحظہ ہوں۔ کشف قبور کا عمل بتاتے ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

"ذکر کشف قبور کے واسطے اوّل جب مقبرہ میں آئے دوگانہ ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے۔ اگر سورہ فاتحہ یاد ہو پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص، نہیں تو ہر رکعت میں پانچ پانچ بار اخلاص پڑھے پھر قبلے کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے اور ایک بار آیۃ الکرسی اور بعض سورتیں جو زیارت کے وقت پڑھتے ہیں جیسے سورہ ملک اور اس کے سوا بعدہ قل کہے۔ بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعد سات دفعہ طواف کرے۔ اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے۔"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، صفحہ ۱۱۳)

یہی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ختم خواجگان کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں:

"دعا مذکورہ پڑھے پھر دس دفعہ درود شریف پڑھے اور ختم کرے اور تھوڑی شیرینی پر فاتحہ خواجگان چشت کے نام سے پڑھے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اسی طرح روز کرے۔"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، صفحہ ۱۱۴)

یہی شاہ ولی اللہ صاحب تعلیم فرماتے ہیں:

"پنجشنبہ سے اس طرح سے کہ پہلے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ اور سب مشائخ سلسلہ سے پہلے پچھلے سب کی فاتحہ دے۔"

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، صفحہ ۲۸)

عبارت مذکورہ میں شاہ ولی اللہ صاحب مزار (مقبرہ) پر حاضری و زیارت اور شیرینی (مٹھائی) پر فاتحہ خواجگان چشت اور فاتحہ غوث الثقلین (یعنی جن وانس کے فریادرس) کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور مودودی صاحب کے نزدیک یہ تمام اعمال شرک ہیں۔ تو شاہ ولی اللہ صاحب مشرک ٹھہرے۔ مگر مودودی صاحب کا قانون ہی نرالا ہے کہ ایسے کٹر مشرک کو جس میں کتنے شرکوں کا مجموعہ موجود ان کو فہرست مجددین میں شامل کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے۔ ثبوت کے لیے دیکھئے (تجدید واحیائے دین، صفحہ ۹۱، بحوالہ سابقہ) معلوم نہیں یہ کونسا قانون ہے کہ ایک عمل کا ارتکاب ایک مسلمان کو مشرک بنا دے اور دوسرے کو حلقۂ مسلمانان سے اٹھا کر مجدد کے عہدے پر پہنچادے۔ اگر واقعی یہ اعمال شرک ہیں تو مودودی صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب کو مشرک کیوں نہ لکھا اگر کسی وجہ یا خوف سے وہ مشرک نہ کہہ سکے تو ان کو مجددین میں شامل کیوں کیا گیا۔ کیا ایک مشرک بھی مجدد ہو سکتا ہے۔ بے شک اللہ کا قانون ہی سب سے بالا ہے۔ اس کے قانون میں سب یکساں ہیں۔ اگرچہ مودودی ہوں یا طفیلی، جو بھی شرک کا مرتکب ہو وہ یقیناً مشرک اور خارج از اسلام، اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

الحاصل کلام

جن افعال واعمال کو مودودی صاحب بدعت ہی نہیں بلکہ شرک کہتے ہیں وہ ہماری تو عام مسلمانوں میں موجود حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل اور ان کے پیر صاحب بھی اس میں شریک ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیرومرشد سید احمد تکوی جن کا مرتبہ مودودی صاحب کی نگاہ میں سیدنا عثمان غنی اور مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی زیادہ ہے۔
تجدید واحیائے دین میں ہے:

"مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جارہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمان نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہ رکا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی مگر ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکی۔ آخر کار خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور ختم ہو گیا۔"

(تجدید واحیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۳۶، اسلامک پبلیکیشنز، نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد تکوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

"انہوں نے عامۃ خلائق کے دین، اخلاق و معاملات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور جہاں اس کے اثرات پہنچے وہاں زندگیوں میں ایسا زبردست انقلاب رونما ہوا کہ صحابہ کرام کے دور کی یاد تازہ ہو گئی۔"

(تجدید واحیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۱۵، اسلامک پبلیکیشنز، نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

پھر لکھتے ہیں :

"ان کی جنگ ملک ومال یا قومی عصبیت یا کسی دنیوی غرض کے لیے نہ تھی بلکہ خالص فی سبیل اللہ تھی۔ ان کے سامنے کوئی مقصد اس کے سوا نہ تھا کہ خلق اللہ کو جاہلیت کی حکومت سے نکالیں اور وہ نظامِ حکومت قائم کریں جو خالق اور مالک الملک کے منشاء کے مطابق ہو۔"
(تجدید واحیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۱۵-۱۱۶، اسلامک پبلیکیشنز، نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

پھر لکھتے ہیں :

"ان کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا انہوں نے ٹھیک اس طرز کے حکومت قائم کی جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا گیا ہے۔"
(تجدید واحیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۱۶، اسلامک پبلیکیشنز، نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

دونوں عبارات کو ایک دوسرے کے مقابل رکھئے اور اندازہ لگایئے کہاں وہ پر نور دور صحابہ کرام کا اور کہاں یہ دور ظلمت و تاریکی کا۔ وہ سرزمین عرب، گہوارہ نزول قرآن و رحمت منان، کجا یہ بر سر تنزل ہندوستان۔ وہ فاتح شدہ نظام الٰہیہ کا عروج، کہ سیدنا عثمان غنی اور سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہ نقطۂ عروج پر تھی، ان کے پیش رووں سے ملی۔ اور یہاں اس کافرانہ حکومت و پستی و ظلمت میں ایسا نظامِ حکومت قائم کیا۔ وہ خلافت علیٰ النبوۃ کو قائم بھی نہ رکھ سکے، انھوں نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو ایسے ظلمت کدہ میں قائم کر کے دکھایا۔ پس مودودی صاحب کے ان عظیم وجال شہید جہاں کا

قول زریں ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

"جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے۔ اور وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حق داروں میں ہے اس کے حق کے برابر اس ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہو گی۔ پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔"

(صراط مستقیم از مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی، صفحہ ۱۰۳-۱۰۴، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور، نومبر ۱۹۵۶ء)

بطور یادداشت ایک مرتبہ پھر مودودی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں:

ایک طرف مشرکانہ پوجاپاٹ کی جگہ فاتحہ زیارات، نیاز، عرس، ملخصاً"

(تجدید واحیائے دین، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۹، اسلامک پبلیکیشنز، نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

مودودی صاحب فاتحہ، زیارات، نیاز، نذر، عرس کو مشرکانہ پوجاپاٹ کے قائم مقام شرک بتائیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب فاتحہ اموات، عرس، نذر و نیاز کو بہت بہتر امر مستحسن فرمائیں۔

مودودی صاحب کے اس فتویٰ کے مطابق مولوی اسمٰعیل دہلوی پکے مشرک اور کٹر کافر کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پر فوقیت دینا مودودی

صاحب کا نرالا کمال ہے۔ رہ گئی بات زیارات کی۔ تو مولوی اسمٰعیل صاحب کے پیر و مرشد سید احمد تکوی کا حال ملاحظہ فرمائیں۔ جنھوں نے بھوک کی شدت میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر گدایانہ فریاد کی اور کھانا مانگا۔ یہ واقعہ ان کے بھانجے مولوی محمد علی کی زبانی سنئے جو اپنے پیر سید احمد کی شان میں اس طرح خطبہ پڑھتے ہیں :

ثم السلام من الملك العزيز العلا مه علىٰ اهل الصفوة و الصفاء مررة الكرام الذين يحمون الدين و الاسلام و يمحون رسومات الكفرة ايام خصوصاً علىٰ شيخنا و سيدنا و ها دينا و مرشدنا امام الملته و الدين و خليفته الله باليقين السيف المهند السيد احمد مجدد مائة ثالث عشر۔

(مخزن احمدی، صفحہ ۳، خطبہ ۲)

اور لکھتے ہیں :

"سید احمد قبلۂ من پیر من پیر من خورشید عالمگیر من
مرشد او قدوۂ اہل تمیز قطب دین مشکلکشا عبدالعزیز"

(مخزن احمدی، صفحہ ۸)

یہی مولوی صاحب جو اپنے پیر سید احمد کو اپنا معاوی اور خلیفۃ اللہ بالیقین، تیرھویں صدی کا مجدد، اپنا قبلہ تمام عالم کا سورج بتاتے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب کو مشکل کشا فرماتے ہیں، اپنے پیر سید احمد کا واقعہ بیان کرتے ہیں :

"دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار ستر معلّٰی جناب میمونہ علیہا و علےٰ بعلہا الصلوٰۃ و السلام من اللہ الملک العلام رسیدیم از اتفاقات عجیبہ آنکہ آں روز ہیچ طعام نخوردہ بودم چوں از خواب

آں وقت بیدار شدم از غایت گرسنگی طاقتم طاق وبدرردیم درمحاق بود بطلب نان پیش ہر کس دویدم۔ وبمطلب نہ رسیدم بناچار برائے زیارت در حجرہ مقدسہ رفتم، وپیش تربت شریفہ گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ اے جدہ امجدہ من مہمان شمامستم چیزے خوردنی عنایت فرماومرا محروم از الطاف کریمانہ خود من ماآنگاہ سلام کردم وفاتحہ اخلاص خواندہ ثوابش بروح پرفتوحش فرستادم آنگاہ نشستہ سر بر قبرش نہاد بودم از رزاق مطلق وداتائے برحق دوخوشہ انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ ترآنکہ آں ایام سرمابود۔ ہیچ جا انگور تازہ میسر بود حیرت افتادم دیکے ازاں ہر دو خوشہ ہچوں جانشستہ تناول نمودہ از حجرہ بیروں شدم دیک یک دانہ بہریک تقسیم کردم۔"

(مخزن احمدی، ص 99)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید محمد علی حکایت نقل فرماتے ہیں:

کہ اس منزل میں آدھی رات کے قریب حضرت سیدتنا ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مقدس وادی سرف میں پہنچے۔ عجیب اتفاقات میں سے ایک یہ ہے کہ اس روز کچھ نہ کھایا اور رات کو اس وقت بیدار ہوئے جب کہ نہایت سخت بھوک کی وجہ سے طاقت نہ رہی، روٹی کی تلاش میں ہر آدمی کے پاس گئے مگر مطلب حاصل نہ ہوا۔ مجبوراً حجرہ مقدسہ میں مزار شریف پر گئے اور قبر شریف کے سامنے فقیرانہ سوال کیا اور عرض کیا کہ اے میری جدہ امجدہ، ہم آپ کے مہمان ہیں ہم کو کھانے کے لیے کچھ عنایت فرمائیے اور اپنے لطف و کرم سے محروم نہ کیجئے۔ اس وقت سلام کیا اور فاتحہ اور اخلاص پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچایا۔ اس وقت بیٹھ کر اپنا سر ان کی قبر شریف پر رکھ دیا تھا۔ رزاق مطلق داتائے برحق نے دو خوشہ انگور تازہ میرے ہاتھ میں ڈال دئے۔ عجب تماشا یہ کہ وہ موسم سردی کا تھا اور انگور تازہ کہیں نہ تھا۔ حیرت میں پڑ گیا۔ ان دونوں خوشوں میں سے وہیں بیٹھ کر کھایا پھر حجرہ سے

باہر آیا۔ ایک ایک دانہ سب کو تقسیم کیا۔

اس حکایت کو بار بار پڑھئے اور قبر پرستی کی داد دیجئے۔ جب وقت پڑا مصیبت آئی اور کہیں بھی نہ بنی تو قبر شریف پر جاکر صاحبِ مزار سے روٹی مانگی، فاتحہ بھی پڑھی اور داد چاہی انگور ہاتھ آیا۔ کتنے سخت شرک کا ارتکاب کیا۔ مودودی صاحب کا فرمان پھر پڑھئے۔ ایک طرف مشرکانہ پوجاپاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر اس موحد اعظم کے اس قول کے مطابق سید احمد پکے مشرک کٹر کافر ٹھہرے اور مودودی صاحب ان کو سیدنا عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہم پر ترجیح دیں۔ کیا دنیا میں کوئی مشرک اور کافر بھی مجدد اور مصلح دین ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں تو مولوی اسمٰعیل اور ان کے مرشد سید احمد کیونکر ان فضائل اور مناقب کے حامل ہوئے۔

نتیجہ :

اگر مودودی صاحب کا یہ قول کہ "ایک طرف مشرکانہ پوجاپاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، عرس" سچا ہے تو دوسرا قول غلط اور افتراء عظیم بلکہ ایک مشرک کو محی الدین کہنا ہوگا اور اگر مولوی اسمٰعیل اور ان کے پیر کے متعلق جو لکھا اگر اس کو صحیح تصور کیا جائے جو ان کے مداح جلیلہ ہیں تو یہ قول جھوٹا، یہ مودودی صاحب کی صداقت و عدالت اور تقویٰ و طہارت کا نمونہ ہے۔

خصوصاً وہ مسلمان جو مودودی تحریک سے متفق نہیں مودودی کی تیغ تکفیر سے ضرور کفر کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں :

"جو لوگ تعلیم و تربیت اور اجتماعی ماحول کی تاثیرات کے باوجود ناکارہ

نکلیں۔ تکفیر کے ذریعہ (کفر کا فتویٰ صادر کر کے) ان کو جماعت سے
خارج کر دیا جائے۔" (سیاسی کشمکش، جلد ۳، صفحہ ۲۱)

مگر یہودی جن کو قرآنِ کریم کافر ملعون فرما رہا ہے۔ وہ مودودی صاحب کے نزدیک مسلمان تو ہیں اگرچہ بگڑے ہوئے ہیں۔ ان سے اتحاد ملی قائم ہے۔

سورہ بقرہ کی پندرھویں آیت الله یستهزی بهم کا ترجمہ مودودی صاحب یوں کرتے ہیں :

"اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے۔" (تفہیم القرآن، صفحہ ۵۴، حوالہ سابقہ)

تعجب ہے اللہ سبوح و قدوس کی شان میں لفظ مذاق استعمال کرتے ہوئے مودودی کو ذرا بھی جھجک محسوس نہ ہوئی اور نہ یہ سوچنے کی توفیق نصیب ہوئی کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی شان میں کیا لکھ رہا ہوں حالانکہ اسی سورہ و پارہ میں آیت ۶۷۔ قالوا اتتخذنا هزوا قال اعوذ بالله ان اکون من الجهلین کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :

"کہنے لگے کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو۔ موسیٰ نے کہا میں اس سے خدا
کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں۔" (تفہیم القرآن، صفحہ ۸۴)

موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مذاق کرنا جاہلوں کی باتیں ہیں۔ یہ تو مودودی ہی کی ترجمانی ہے۔ معلوم نہیں مودودی صاحب اللہ جلیل و جبار کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک ہی بات ایک جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہیں اور دوسری جگہ اس کو جاہلوں کی باتیں بتاتے ہیں۔ مودودی صاحب کی عادت ہے کہ کلمات کی حقیقت پر بحث کر کے اس کی وضاحت فرماتے ہیں مگر اس جگہ آنکھ چراتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و پاکی کا بیان تھا۔ حقیقت کلمات کا بیان تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسلمانوں کے مسلمہ اعتقاد پر ضرب لگانی ہو۔

مثلاً ثم استوی الی السماء (سورہ بقرہ، پ ۱، آیت ۲۹) کا ترجمہ کرتے ہیں :

"پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے"۔

پھر اس کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں :

"سات آسمانوں کی حقیقت کیا ہے۔ اس کا تعین مشکل ہے انسان ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر ماورائے زمین کے متعلق اپنے مشاہدات یا قیاسات کے مطابق مختلف تصورات قائم کرتا رہا ہے جو برابر بدلتے رہے لہٰذا ان میں کسی تصور کو بنیاد قرار دیکر قرآن کے ان الفاظ کا مفہوم متعین کرنا صحیح نہ ہوگا۔ پس مجملاً اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ زمین سے ماورا جس قدر کائنات ہے اسے اللہ نے سات محکم طبقوں میں تقسیم کر رکھا ہے یا یہ کہ زمین اس کائنات کے جس حلقہ میں واقع ہے وہ سات طبقوں پر مشتمل ہے۔"

(تفہیم القرآن، صفحہ ۶۱، بحوالہ سابقہ)

آسمان جس کا صراحۃً ذکر قرآن حکیم میں باربار بکثرت آیا اس کے انکار کی صورت کس کاری گری سے پیش کی جارہی ہے اور کیسی حقیقتیں سمجھائی جارہی ہیں گویا آج تک تمام مسلمان جس چیز کو آسمان سمجھتے رہے ہیں اور قرآنِ کریم جس کو آسمان فرمارہا ہے وہ آسمان نہیں ہے۔ اس لیے لکھتے ہیں۔ " ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر ماروائے زمین" اگر قرآنِ کریم کے مطابق آسمان پر ایمان ہوتا تو با الفاظ دیگر لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ رہ گیا اس کا تعین جو مشکل ہے کیونکہ سائنس دانوں کے نظریات وافکار مختلف ہیں۔ اس اختلاف آراء میں مودودی صاحب کسی ایک کی رائے کو ترجیح دینے سے قاصر و مجبور ہیں ان میں بڑے بڑے انگریزوں کی آراء شامل ہیں۔ کس کا انکار کریں، کس کو ترجیح دیں۔ چنانچہ یہ امر

مشکل ہے اور قرآن کریم کی تفہیم ان کی آراء پر موقوف، لہٰذا آسمان کا انکار کر دینا آسان۔

الا یعلم من خلق و ھو اللطیف الخبیر۔

اس کے ارشاد پر اتنا بھروسہ نہیں جو حکم آسمان پر یقین کر سکیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

للملٰئکتہ اسجدو الآدم فسجدو الاّ ابلیس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :

"پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔" (تفہیم القرآن، صفحہ ۶۴، حوالہ مذکورہ)

یہاں سجدہ کے معنی "جھکنا" فرمایا۔ حالانکہ دوسری جگہ واركعو مع الرّاكعين کا ترجمہ یوں کرتے ہیں : "اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔" (تفہیم القرآن، صفحہ ۷۳، حوالہ مذکورہ)

مودودی صاحب کے نزدیک رکوع اور سجدہ ایک ہی عمل کے دو مختلف نام ہیں کہ سجدے کا معنی بھی جھکنا کرتے ہیں پھر اس پر یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں :

"اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقہ کائنات میں جس قدر فرشتے معمور تھے ان سب کو انسان کے مطیع و مسخر ہو جانے کا جو حکم دیا گیا تھا۔"

(پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں)

"فرشتوں کو آدم کے لیے سر بسجود ہو جانے کا حکم دیا گیا تھا اس کی نوعیت کچھ اس قسم کی تھی ممکن ہے کہ صرف مسخر ہو جانے کو ہی سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہو مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس انقیاد کی علامت کے طور پر کسی ظاہری فعل کا بھی حکم دیا گیا ہو یہ اور بھی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔"

(تفہیم القرآن، صفحہ ۶۴-۶۵، بحوالہ مذکورہ)

اولاً ۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں "زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقۂ کائنات میں جس قدر فرشتے مامور ہیں ان کو حکم دیا گیا۔" معلوم ہوا اس کے ماسوا جتنے بھی فرشتے ہیں وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم میں ہے۔ **فسجد الملٰئکته کلهم اجمعون** (الحجر: ۱۴)

اس جگہ کوئی حصہ نہیں، نہ کسی شے پر مقید و موقوف، صریح مقابل کنایہ ہے اسے ظہور کافی، نہ کہ احتمال ناکافی۔ مودودی اس صریح کو اپنے احتمال موہومہ سے مقید فرما رہے ہیں۔ حاشیہ جلالین شریف میں ہے:

لان النسبته اجمعون الیٰ کلهم کنسبته کلهم الیٰ اصل الجمله او اجمعون یفیدمعنی الا جتماع

اور تفسیر کبیر، خازن، بیضاوی وغیر ھم میں ہے کہ یہ حکم سجدہ تمام ملائکہ کو تھا۔

ثانیاً ۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں: "فرشتوں کو آدم کے لیے سر بسجود ہو جانے کا جو حکم دیا گیا تھا اس کی نوعیت کچھ اس قسم کی تھی ممکن ہے کہ صرف مسخر ہو جانے ہی کو سجدے سے تعبیر کیا گیا ہو۔" کیونکہ نقطۂ سجدہ سے قانون نجدیت پر زد پڑ رہی تھی لہٰذا سجدہ کا معنی "جھکنا" کیا، اور صرف مسخر ہو جانے کو سجدے سے تعبیر کیا۔

تسخیر کیفیت قلبی ہے اور اللہ عزوجل **یعلم مافی الصدور** ۔ پھر حکم سجدہ میں ابلیس کا علیحٰدہ رہنا کیا معنی تفسیر صاوی میں ہے:

ان السجود شرعی بوضع لحیته علی الارض و آدم قبلته کالکعبته فالسجو دلله

تفسیر مدارک میں زیر آیت **فقعوا له سٰجدین** فرماتے ہیں:

فقعوا له هو امر من دتعع یقع ای اسقطو ا علی الارض۔

اسی طرح تفسیر کبیر بیضاوی روح المعانی وغیر ھم میں ہے کہ سجدہ تحیت و تعظیم زمین پر

پیشانی رکھ کر آدم علیہ السلام کے لیے تھا تو تفہیم القرآن کیا ہے؟ قانون نجدیت کا پرچار ہے۔

واذاخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"یاد کرو وہ وقت جب ہم نے طور کو تم پر اٹھا کر تم سے پختہ عہد لیا تھا۔"

پھر اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس واقعہ کو قرآن میں مختلف مقامات پر جس انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل میں یہ ایک مشہور و معروف واقعہ تھا لیکن اب اس کی تفصیلی کیفیت معلوم کرنا مشکل ہے۔ بس مجملاً یوں سمجھنا چاہیے کہ پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورت حال پیدا کر دی گئی کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ ان پر آپڑے گا۔"

(تفہیم القرآن، صفحہ ۸۳، حوالہ سابقہ)

قرآن حکیم میں صراحۃً رفع طور یعنی طور کو بلند کرنے کا ذکر مذکور ہے۔ تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ ورفعنا فوقکم الطور الجبل اقتلعناہ من اصلہ علیکم اور اقتلع کہتے ہیں کسی چیز کے جڑ سے اکھاڑ دینے کو، مطلب یہ ہوا کہ اللہ قادر قیوم فرماتا ہے کہ ہم نے طور کو جڑ سے اکھاڑ کر تمہارے سروں پر بلند کیا۔ اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے:

اقتلعناہ اقتلاع بر کندن ۱۰. (حراح) فامر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام فقلعہ من اصلہ ورفع نظلہ فوقھم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے جبل طور کو جڑ سے اکھاڑ کر ان

کے سروں پر بلند کیا۔ مگر مودودی صاحب کے لیئے یہ امر مشکل ہے کہ اتنا بڑا پہاڑ کیسے اٹھا کر بلند کیا۔ لہٰذا اس کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ ان کی نظر میں ایسی خوفناک صورت پیدا کر دی گئی جس سے ان کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ ان پر آپڑے گا۔ حقیقتاً رفع طور نہ تھا۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۵۔ انك اذا لمن الظّٰلمين کا ترجمہ کرتے ہیں :

''تو یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔'' پھر اس کے متعلق لکھتے ہیں :

''تمہارا کام تو یہ ہے کہ جو علم ہم نے تمہیں دیا ہے سب سے بے پرواہ ہو کر صرف اسی پر سختی کے ساتھ قائم ہو جاؤ اس سے ہٹ کر کسی کو راضی کرنے کی فکر کرو گے تو اپنے پیغمبری کے منصب پر ظلم کرو گے۔''

(تفہیم القرآن، صفحہ ۱۲۳، حوالہ مذکورہ)

الحاصل کلام

تم پیغمبر ہو کر اپنے منصب پیغمبری پر ظلم کرو گے۔ پھر تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔ یعنی تم ظالم ہو۔ (معاذاللہ من ہفوات المودودی)

اس کے متعلق مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں :

قوله من الظّٰلمين اى لمن المرتكبين الظلم الفاحش وفى ذالك لطف السّامعين و تهيج الثبات على الحق و تحذير لمن يترك الدّليل بعد انا رتم ويتبع الهوىٰ و قيل الخطاب فى الظاهر للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والمرادامته

(تفسير مدارك التنزيل)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بظاہر یہ خطاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے اور اس سے مراد امت ہے مگر مودودی کے کلام میں اس کے برعکس ہے کہ ترجمہ کلام میں تو لکھا کہ

تمہارا اشمار ظالموں میں ہوگا اور تفصیل میں وضاحت کردی کہ اپنے پیغمبری کے منصب پر ظلم کروگے۔ **العیاذ باللہ**

الذین اتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔ کا ترجمہ کرتے ہیں :

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا) ایسا
پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔"
(تفہیم القرآن، صفحہ ۱۲۳، حوالہ مذکورہ)

پھر اس کے متعلق لکھتے ہیں :

"یہ عرب کا محاورہ ہے۔" (تفہیم القرآن، صفحہ ۱۲۳)

اولاً ۔ **یعرفونہ** میں جو ضمیر غائب ہے مودودی صاحب اس کو قبلہ کی طرف راجع فرماتے ہیں۔

ثانیاً ۔ معرفت حقیقی نہیں بلکہ بطور محاورہ عرب بتاتے ہیں۔ اب مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔ تفسیر جلالین میں ہے :

الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونہ ای محمداً کما یعرفون ابناء ھم

یہاں **یعرفونہ** سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ علیم و حکیم فرماتا ہے۔ ہم نے جن کو کتاب عطا فرمائی وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ تفسیر کبیر، روح المعانی اور خازن وغیرھم میں بھی ایسا ہی ہے۔

یعنی **یعرفونہ** سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفت ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن سلام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اپنے بیٹے سے زیادہ

پہچانتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ کیونکر؟ کہا کہ مجھے حضور کی نبوت میں ذرا بھی شک نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکے کی والدہ نے خیانت کی ہو۔ اور یہ لڑکا میرا نہ ہو۔

اسی لیے مودودی صاحب نے پہلے ہی اپنے دیباچہ میں قرآنِ کریم کے بارے میں ریمارک دیا کہ:

> "اپنے سابق کتابی تصور کے خلاف پاکر آدمی پریشان ہو جاتا ہے اور اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ (قرآن) ایک غیر مرتب، غیر مربوط ہے (جس میں کوئی ربط نہیں) منتشر کلام ہے۔"
>
> (تفہیم القرآن، صفحہ ۵۱، حوالہ سابقہ)

مودودی صاحب بیچارے متحیر اور پریشان ہیں کہ یہاں تحویل قبلہ کا ذکر مسلسل ہے پھر یعرفونہ میں ضمیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کیوں راجع ہو گی۔ لہٰذا اس سے مراد معرفت قبلہ ہی ہے لیکن یہ خیال نہ کیا کہ اس سے پہلی آیت میں وما انت بتابع قبلتھم مذکور جس کا معنی ہے کہ "اور نہیں ہو تم پیروی کرانے والے ان کے قبلہ کی۔" اور یہاں بھی ان ہی کی معرفت کے بارے میں ارشاد فرمایا جارہا ہے۔

وما اھل بہ لغیر اللہ (آیت ۱۷۳ سورہ بقرہ) کا ترجمہ کرتے ہیں:

"اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو۔"

پھر اس کے متعلق فرماتے ہیں:

> "اس کا اطلاق اس جانور کے گوشت پر بھی ہوتا ہے جسے خدا کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہو اور اس کھانے پر بھی ہوتا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر بطور نذر پکایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جانور ہو

یا غلہ یا اور کوئی کھانے کی چیز دراصل اسکا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ ہی نے وہ چیز ہم کو عطا کی۔ لہٰذا اعتراف نعمت، صدقہ یا نذر و نیاز کے طور پر اگر کسی کا نام ان چیزوں پر لیا جاسکتا ہے تو صرف اللہ ہی کا نام ہے۔ اس کے سوا دوسرے کا نام لینا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم خدا کے ساتھ اس کی بالاتری بھی تسلیم کر رہے ہیں اور اس کو بھی منعم سمجھتے ہیں۔"

(تفہیم القرآن، صفحہ ۱۵۱، حوالہ سابقہ)

اس عبارت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

اولاً۔ وما اھل بہ میں ہر وہ چیز داخل ہے جس پر کسی غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

ثانیاً۔ ہر وہ کھانا جو غیر اللہ کے لیے بطور نذر پکایا جائے۔

ثالثاً۔ صدقہ، نذر و نیاز صرف اللہ ہی کے نام کی ہونی چاہئے۔

رابعاً۔ صدقہ، نذر و نیاز میں کسی غیر اللہ کا نام لینا گویا اس کی بالاتری تسلیم کرنا اور اسے منعم بنانا ہے اور منعم حقیقی اللہ ہی ہے تو کسی غیر اللہ کو منعم سمجھنا شرک اور منعم سمجھنے والا مشرک ہوگا۔

وما اھل بہ کا مفہوم اور اس کا اطلاق

قرآن کریم میں اللہ لطیف و خبیر ارشاد فرماتا ہے:

انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم

(آیت ۱۷۳، سورہ بقرہ، پ ۲)

ترجمہ: "اس نے ہی حرام کیے تم پر مردار اور خون گوشت سور کا اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔"

اللہ تعالیٰ ان اشیاء مذکورہ کی حرمت بیان فرماکر اس حالت اضطرار کا استثناء فرمارہا ہے کہ جو مجبور ہو وہ بقدر حاجت و ضرورت اگر کھائے تو اس پر کفارہ نہیں اور مودودی صاحب کی عبارت سے یہ بات شرک ثابت ہوتی ہے۔ یہ اچھا شرک ہے کہ بحالت ضرورت شرک کے مرتکب کو گناہ بھی نہ ہو۔

مودودی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ حَرَّمَ بمعنی حرام ہے نہ کہ شرک۔ ملاحظہ فرمایئے کہ وما اهل به کے بارے میں مفسرین کرام کیا فرماتے ہیں۔ جلالین شریف میں ہے:

وما اهل به لغير الله اى ذبح علی اسم غيره تعالیٰ والاهلال رفع الصوت و كانو يرفعونه عندالذبح لا لهتهم

اس سے معلوم ہوا کہ اهلال کے معنی ہیں بوقت ذبح آواز بلند کرنا، پس جس جانور پر بوقت ذبح کسی غیر اللہ کا نام لیا جائے اس جانور کا گوشت **حرام** ہے نہ کہ شرک۔ امام **فخرالدین** رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

انما حكمتنا بالظاهرة بالباطن فاذا ذبحه علی اسم الله وجب ان يحل ولا سبيل لنا الی الباطن۔

یعنی "ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر **عمل کا** حکم **فرمایا** ہے۔ باطن کی **تکلیف** نہ دی جب اس نے **اللہ عزوجل** کا نام پاک لے کر ذبح **کیا جانور** کا حلال **ہو** جانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔"

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وما اهل به لغير الله میں صرف ان جانوروں کا ذکر ہے جن کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لے کر ذبح کیا جائے مگر مودودی صاحب نے ایک نئی شریعت، شریعت مودودیہ تصنیف فرمائی۔ جس کے مطابق وما اهل به لغير الله کا اطلاق تمام اشیاء کو عام اور ہر چیز اس میں داخل کر کے اس کو شرک ثابت

کرنے کی ناکام کوشش کی۔ حتیٰ کہ نذرونیاز بھی اس میں شامل، عرفِ عام میں نذرونیاز فوت شدہ افراد کی ارواح کو ایصال ثواب کے لیے بولا جاتا ہے۔ کوئی جاہل اور بے وقوف بھی کسی زندہ کی نیاز نہیں کراتا۔ مودودی صاحب کے امامِ اعظم مصلح عام مولوی اسمٰعیل دہلوی جن کا مرتبہ مودودی صاحب کے نزدیک سیدنا عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہے، فرماتے ہیں:

> "جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرے۔ اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے اور وہ شخص جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حقداروں میں سے ہے اس کے حق کے برابر اس ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی۔ پس امورِ مروّجہ یعنی اموات کے فاتحوں، عرسوں اور نذرونیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔"

(صراط مستقیم، صفحہ ۱۰۳-۱۰۴، مطبوعہ ملک سراج الدین، لاہور، نومبر ۱۹۵۶)

کاش مودودی صاحب نذرونیاز کے بارے میں اپنے امامِ اعظم ہی کے قول کو پڑھ لیتے تو ایسا لکھنے کی جرأت نہ کرتے پھر بھی مودودی صاحب کے عقیدے میں نیاز نذر کی اشیاء پر صرف اللہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کو مودودی صاحب اپنے خدا کے فوت شدہ (میت کے) ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر ہمارا معبود اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حیّ و قیوم زندہ باقی ہے ہم اس کی شان میں ایسا عقیدہ کفر سمجھتے ہیں ہمارے اموال و اشیاء ماکولات اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اور ان کا ثواب بطورِ نیاز و فاتحہ اموات کی ارواح کے لیے ہے۔ اشیائے ماکولات جانور، غلہ، پھل، شیرینی وغیرہ تو کجا شریعتِ مطہرہ محمدیہ علیٰ نبیہا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو خالص عبادت مثل نماز، روزہ کو بھی غیر خدا کی جانب اضافت کرنے کو منع نہ فرمایا۔ مثلاً ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی

نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، عید کی نماز، بیماری کی نماز، جمعرات کی نماز، اونٹوں کی زکوٰۃ اور کعبہ کا حج وغیرھم کہنا روزمرّہ کا دستور اور کتب دینیہ میں مسطور، تو مودودی کے طور سب کو خدا کیئے اور شرک کا فتویٰ لگایئے۔ حدیث شریف میں ہے:

من ذبح بضيفه ذبحته كافت فداء ه من النّار

ترجمہ : "جو اپنے مہمان کے لیے جانور ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ ہو جائے آتشِ دوزخ سے۔"

(رواه الحاكم فی التاريخ عن جا بر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهم)

پس جائے غور و فکر ہے۔ کھانا، غلہ، فروٹ اور شیرینی وغیرہ باعثِ اجر و ثواب ٹھہراتی اور نارِ دوزخ سے بچنے کی بشارت سناتی ہے اور جانور کو غیر اللہ کی طرف اضافت کرنے کو مستحسن اور باعثِ ثواب بتاتی ہے اور جانوروں کی نسبتِ اضافت بھی کتب دینیہ میں مذکور، مثلاً عقیقہ کا بکرا، قربانی کی گائے زبان زد خاص وعام ہے۔

اس مختصر سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کے شریعت مودودی جدید شریعت ہے جو شریعتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف اور مقابل ہے۔ شریعتِ اسلامیہ محمدیہ ﷺ جن امور کو مستحسن اور باعثِ اجر و ثواب فرمائے۔ مودودی شریعت ان امور کو حرام ہی نہیں بلکہ شرک ٹھہرائے۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العٰلمين وصلی الله تعالیٰ علٰے خير خلقه سيدنامحمد و آله و اصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الرّاحمين

فقیر محمد عبدالوہاب خاں قادری رضوی غفرلہ

۱۵۔ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

لاڑکانہ

دنیائے سنّیت کا پیغام

- نماز روزہ و دیگر فرائض، واجبات اور سنتوں کی پابندی کیجئے۔
- قرآن مجید کا ترجمہ کنزالایمان ضرور پڑھا کیجئے۔
- گستاخان رسول و صحابہ و اہل بیت اور اولیاء کے گستاخوں سے بچا کیجئے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا پرچار کیجئے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانیئے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر ضرور ضرور انگوٹھے چومیں۔
- مساجد میں بوقت اذان صلوٰۃ وسلام پڑھنا رائج کیجئے۔
- ہر جمعہ کی نماز کے بعد مسجدوں میں کھڑے ہو کر ضرور سلام پڑھیں۔
- ہر مشکل میں یا اللہ (جل جلالہ) مدد، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدد کہا کیجئے۔
- گیارھویں شریف، نیاز و فاتحہ اور دیگر معمولات اہل سنت پر عمل کیجئے۔
- ۱۲ ربیع الاول کے دن جلوس میں ضرور شرکت کیجئے۔
- محفل نعت میں آیا کیجئے۔
- اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دیا کیجئے۔